بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایمان و عمل صالح

اللہ

سورہ ابراہیم		آیت ۳۲
سورہ	اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً	آیت
ابراہیم	فَاَخْرَجَ بِہٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّکُمْ ج وَسَخَّرَ لَکُمُ الْفُلْکَ لِتَجْرِیَ	۳۲

فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِہٖ ج وَسَخَّرَ لَکُمُ الْاَنْھٰرَ ۚ وَسَخَّرَ لَکُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَیْنِ

وَسَخَّرَ لَکُمُ الَّیْلَ وَالنَّھَارَ ۚ وَاٰتٰکُمْ مِّنْ کُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْہُ ط وَاِنْ تَعُدُّوْا

نِعْمَتَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا ط اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ کَفَّارٌ ۝

اللہ وہی ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی برسایا پھر اس پانی سے پھلوں کی قسم سے تمہارے
لئے رزق پیدا کیا اور تمہارے واسطے کشتی کو مسخر کیا تاکہ وہ خدا کے حکم سے دریا میں رواں ہو اور تمہارے نفع کے واسطے
نہروں کو مسخر کیا۔ اور تمہارے نفع کے واسطے سورج اور چاند کو مسخر کیا جو ہمیشہ گردش ہی میں رہتی ہیں اور تمہارے نفع کے
واسطے رات اور دن کو مسخر کیا اور جو چیز تمہارے لئے ضروری تھی تم نے مانگی تم کو وہ چیز دی اور اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اگر شمار
کرنے لگو تو شمار میں نہیں لا سکتے سچ یہ ہے کہ آدمی بہت ہی بے انصاف اور بڑا ہی ناشکر گزار ہے

آیت شریف کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی سے کسی کو انکار کی مجال نہیں۔ آسمان
ن میں جو کچھ ہے اور جو کچھ ہو رہا ہے سب کا خالق و مالک وہی ہے۔ پھر جب ان چیزوں سے کسی کو

انکار کی مجال نہیں تو اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات بدرجۂ اولیٰ اور سب سے پہلے ایمان لانیکے لائق ہے۔

آیت شریف سے یہ بات بھی مترشح ہے کہ یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمتیں ہیں اور نعمتیں بھی اتنی کہ جن کا کوئی حساب نہیں کوئی گننا چاہے تو گن نہیں سکتا اور یہ سب انسان کیلئے ہیں جس کا بدلہ اللہ کی حکمبرداری اور اللہ کا شکرگزار ہونا تھا۔ لیکن بدبخت انسان ایسے بھی ہیں کہ کھاتے اُس کا ہیں اور گاتے غیر کا ہیں اللہ کی نعمتوں کی قدر اور شکر تو کرتے نہیں بلکہ اُسی اللہ کی نافرمانی کرتے اور معصیت میں مبتلا ہوتے ہیں۔

آیت شریف میں اللہ تعالیٰ کے افعال وصفات کا بیان کرکے ذات پر ایمان لانیکا اشارہ ہی حقیقت میں اللہ پر ایمان لانا ہی سب سے پہلی چیز اور سب کچھ ہے جن چیزوں کا ذکر آیت شریف میں آیا ہے بجائے خود وہ اللہ کی توحید اور اللہ کے عظمت وجلال پر دلالت کرنیوالی ہیں ان کو دیکھکر ان پر غور کرنے سے اللہ پر ایمان لانا یقینی ہے۔ اور ایک بار اللہ تعالیٰ کی ہستی کو حقیقی معنوں میں تسلیم کرلینے کے بعد فطرت تقاضہ کرتی ہے کہ اس کا حکم مانا جائے اُسکی عبادت کیجائے اور اُس سے محبت کیجائے یہیں سے عملِ صالح شروع ہوتا ہے اور انسان دین ودنیا کے خیر وبرکات حاصل کرنیکا خواہشمند ہوتا ہے۔

سورۃ	الٓمّٓ ۚ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ	رکوع
البقرۃ	بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ	(۱)
يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۗ		
اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۙ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝		
یہ کتاب ایسی ہے جس میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ راہ بتلانیوالی ہے خدا سے ڈرنیوالوں کو وہ خدا سے ڈرنیوالے لوگ ایسے ہیں کہ		
یقین لاتے ہیں چھپی ہوئی چیزوں پر۔ اور قائم رکھتے ہیں نماز کو اور جو کچھ ہم نے اُن کو دیا ہے اُس میں سے خرچ		

کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ ایسے ہیں کہ یقین رکھتے ہیں اس کتاب پر بھی جو آپ کی طرف اتاری گئی ہے اور ان
کتابوں پر بھی جو آپ سے پہلے اتاری جا چکی ہیں۔ اور آخرت پر بھی وہ لوگ یقین رکھتے ہیں بس یہ لوگ
ہیں ٹھیک راہ پر جو ان کے پروردگار کی طرف سے ملی ہے اور یہ لوگ ہیں پورے کامیاب

آیت شریف میں علاوہ اور باتوں کے خصوصیت کے ساتھ ایمان و یقین کا بیان ہے اور ساری باتوں کا دارومدار اسی پر رکھا گیا ہے۔

ایمان بالغیب، قرآن اور قرآن سے پہلے نازل شدہ کتابوں پر ایمان اور آخرت پر ایمان لانیوالوں کی شان میں کہا گیا ہی کہ یہی ہدایت پر ہیں اور کامیاب بھی ہونگے۔ اب اگر ایک شخص کو منظور ہے کہ وہ ہدایت یافتہ ہو اور فلاح و بہبود اس کے حصے میں آئے تو پھر ضروری ہے کہ ان کے لوازمات کو پورا کرے۔ اور جو شخص اپنے کو مسلمان کہتا ہے اس کا فرض ہے کہ صرف زبانی، رسمی اور تقلیدی مسلمان نہ بنا رہے بلکہ تھوڑی دیر کیلئے اپنے قول و فعل اپنی شب و روز اپنے معتقدات اپنی ظاہر باطن پر غور کرے کہ وہ آخرت کیلئے کیا کر رہا ہے قیامت کی بازپرس سے کہانتک خائف ہے اور توبہ و استغفار میں لگا ہوا ہے، فلاح و بہبود کیلئے کتنا فکرمند ہے اور کسقدر حریص خواہشمند۔

آیت شریف میں ایمان و یقین دلانیوالے کی نشانی اور پہچان بھی موجود ہے یعنی اللہ کی دی ہوئی ہر ہر شے کو اللہ کیواسطے قربان کرنیوالا ہوگا اور نماز کی پابندی کریگا۔

آیت شریف میں اس بات کا اشارہ بھی موجود ہے کہ مذکورہ باتوں کا حصول قرآن مجید سے متعلق ہے قرآن ہی ہے جو ان باتوں کی تعریف کریگا ان پر قایم رکھیگا اور ازدیاد ایمان و یقین وغیرہ کا سبب ہوتا رہے گا۔

بعض نادان جو کہتے ہیں کہ اردو کی کتابوں میں وہی مسئلے مسائل موجود ہیں جو قرآن کے اندر ہیں اس لئے قرآن کو معنی و مطلب کے ساتھ پڑھانے کی ضرورت نہیں بلکہ

قرآن میں تو ہر چیز اجمالی طور پر ہے اور ان کتابوں میں تفصیلی طور پر ملے گی افسوس۔
وہ قرآن اور قرآن کی تلاوت کی حقیقت سے کچھ بھی واقف نہیں۔ اُن کو نہیں معلوم
کہ قرآن مجید پڑھنے کی چیز ہے اور پڑھتے پڑھاتے رہنے کی کتاب ہے۔ اُس کی تلاوت
تزکیہ نفس کا سبب، روحانی ترقی کا باعث، اور ایمان و یقین کے پیدا کرنے،
بڑھاتے رہنے اور اُس پر قائم رکھنے کا ذریعہ ہے۔ کاش وہ خود صاحب قرآن پیغمبر
اسلام صلعم کی ذات مبارک کے اسوہ حسنہ کو جانتے کہ آپ کس قدر تلاوت فرماتے
تھے، بلکہ دوسروں سے پڑھوا کر سنتے تھے۔ اور پھر اس مبارک زمانہ کی ان کو خبر
جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہر گھر مدرسۃ القرآن بنا ہوا تھا۔ مدینہ کی فضا قرآنی
ہو رہی تھی، راتوں کو سناٹے کے عالم میں اگر کوئی آواز گھروں سے بلند ہوتی تھی تو
قرآن کی آواز تھی۔ ان نادانوں کے سمجھ میں نہیں آتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اسی دن کیلئے فرمایا تھا کہ مجھ سے قرآن کے سوا کچھ نہ لکھو اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ
تعالیٰ عنہ اسی خوف سے حدیث شریف کو بھی بیان کرنے دینے کو روادار نہ تھے کہ آگے
چلکر قرآن مہجوری کی حالت میں پڑ جائیگا۔

۲

ان مدعیان روزہ نماز کو اتنی خبر بھی نہیں کہ تراویح کا کیا مطلب اور پھر یہ
وہ ہیں جو قرآن کے بڑے ماننے والے، قرآن کے درس اور قرآن کی تلاوت کا دم
بھرنے والے قرآن کا وعظ کہنے والے، قرآن کی تفسیریں لکھنے والے قرآن کا ترجمہ کرنے
والے قرآن کے ادیب بڑے بڑے مضمون لکھنے والے کے نام سے مشہور ہوتے ہیں
اور اسلام و مسلمان کے خدمتگزار اور ان کی ترقی کے خواہاں اور ان کے تنزل
پر کڑھنے والے اور زار و قطار رونے والے ہوتے ہیں۔

[illegible]

بات یہ ہے کہ جب کسی قوم کے برے دن آتے ہیں تو یہی ہوتا ہے، وہی بات سمجھ میں نہیں آتی جو سب سے زیادہ سمجھ میں آنی چاہئے اور پھر وہی نہیں سمجھتے جن کو سب سے زیادہ سمجھنا چاہئے آج ٹھیک یہی حال قرآن کے متعلق مسلمانوں کا ہو رہا ہے نہ اس پر ایمان ہے اور نہ یقین۔ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ اِرْحَمْنَا۔

قرآن پر کن لوگوں کا ایمان ہے اور کون لوگ نقصان میں رہنے والے ہیں

سورہ	اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْکِتٰبَ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِکَ	رکوع	
البقرہ	یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ یَّکْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۠	۱۴	
جن لوگوں کو کتاب دی بشرطیکہ وہ اس کی تلاوت کرتے رہے جس طرح کہ تلاوت			
کا حق ہے ایسے لوگ اس پر ایمان لے آتے ہیں اور جو شخص نہ مانے گا خود ہی وہ لوگ نقصان میں رہنے والے			

آیت شریف سے صاف ظاہر ہے کہ آسمانی کتاب ہمیشہ پڑھنے پڑھانے کی چیز ہے اور اس کے ساتھ حقیقت میں ایمان ان ہی کا ہے جو اس کے علم و عمل کی تکرار کرتے رہے دوسرے یہ کہ اگر کتاب اللہ شریف شب و روز ہر چھوٹے بڑے مرد اور عورت کی زندگی کا مقصد نہ بنی رہی تو پھر نقصان ہے۔ یہ مثال آج قوم مسلم پر لفظ بہ لفظ صادق آرہی ہے مگر رہنمایان قوم ہیں کہ ان کی سمجھ میں ہی نہیں آتا۔

چونکہ قرآن پر ایمان نہیں اس لئے قرآن مجید کی تعلیم عام نہیں ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اس کے عمل کے لئے آمادگی نہیں اسلام کے انحطاط کا اصلی سبب یہی ہے اور مسلمانوں کی پستی کا حقیقی باعث بھی۔ لہذا پھر جب تک ان کو قرآن مجید پر ایمان و یقین نہ ہو سہ اسلامی تعلیمات سے گریز اور بید ینی رہیگی اسلئے کہ ایک ایمان لانے کے معنے سب پر ایمان کے

امیں یہ وہ جزو ہے جس میں کُل ہے۔ قرآن مجید پر ایمان لانے کے معنے اس کے ہر حکم پر ایمان لانیکے ہیں۔ اس پر بھی کہ ہر کے اوامر و نواہی عمل کے لئے ہیں یعنی قرآن پر ایمان لانیوالا یقیناً قرآن کے احکامات پر بھی ایمان لائیگا اور اُنہی میں عمل کرنا بھی ہے۔

قرآن پر ایمان لانیوالا توحید پرست ہوگا، رسول کی پیروی کریگا۔ روزہ رکھیگا نماز پڑھیگا۔ حج کریگا۔ زکواۃ دیگا۔ جہاد کریگا۔ سچ بولے گا۔ زنا نہ کریگا۔ قتل نہ کریگا چوری نہ کریگا دنیا پر غالب ہوگا۔ دین کا مالک بنے گا۔ غرض وہ سب کریگا جس کو اُس کے خدا نے اسکی بھلائی کے لئے بتلایا ہے میں بار بار یہ مثال دے چکا ہوں کہ آنحضرت صلعم نے مبعوث ہوکر صحابۂ کرام کا ایک ہی چیز پر ایمان و یقین پیدا کرا دیا تھا اُس وقت قرآن کے چند پارے بھی نازل نہیں ہوئے تھے اور چند مسائل بھی بیان نہیں کئے گئے تھے صحابہ نے اصولی طور پر اُسی ایک کو مان لیا تھا جس کے بعد آئندہ کیلئے ہر عمل آسان ہوگیا جب جو حکم دیا گیا فوراً بجا لائے۔ نماز کا حکم ہوا تو نماز پڑھنے لگے زکواۃ کا حکم ہوا تو زکواۃ دینے لگے۔ روزہ رکھنے کو کہا گیا تو روزہ رکھنے لگے حج فرض ہوا تو حج ادا کیا۔ جہاد کے فضائل بیان کئے گئے تو جہاد کے لئے نکل پڑے۔ شراب حرام ہوئی تو ہر گھر میں ظروف توڑ ڈالے گئے اور مدینہ کی گلیوں میں شراب بہہ پڑی۔ سود کی حرمت آئی تو سودخواری سے باز آگئے غرض یہ کہ طے شدہ اصول کے مطابق ہر عمل کے لئے مستعد ہوگئے کیونکہ انہوں نے گویا اول روز ہی ان سب کے پورا کرنے کا اقرار کر دیا ہوا تھا۔ ابھی قرآن مجید کے تیس پارے نازل نہ ہوئے تھے مگر ان کا ایمان تیس پارے کی ہر آیت پر تھا۔ کسی عمل کے لئے شروع میں نہیں کیا گیا تھا مگر ہر عمل کی بجا آوری کیلئے تیار ہو جانے کو کہہ دیا گیا تھا اور پھر جب جس بات کے لئے حکم دیا گیا بے چون و چرا بجا لائے۔

مسلمانانِ عالم قرآنِ مجید پر اسی طرح آج اگر ایمان لے آتے تو اس کا لازمی نتیجہ اس کے تیس پاروں کا علم اور عمل ہوتا تو میرے کہنے کا مطلب یہ ہوا کہ قرآن مجید پر ایمان پیدا کرانیکی ضرورت ہے اس کے لئے ایمان پیدا کرانیوالوں کی بھی ضرورت نہیں خود قرآن مجید اس کیلئے بھی کافی ہے وہ خود ایمان و یقین پیدا کرانیکا دعویدار ہے اور وہ لانے چاہنے والوں سے آپ لپٹتا ہے پس لازم ہے کہ مسلمان ایمان و یقین کی پہلی بضاعت لیکر قرآن مجید کو اپنا رہنما سمجھیں۔ یہ ہوا تو جانو کہ سب کچھ ہو گیا۔

رکوع	يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَاۤفَّةً ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا	سورہ
۲۵	خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝	البقرہ

اے ایمان والو اسلام میں پوری پوری داخل ہو۔ اور شیطان کے پیچھے نہ چلو بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے

آیت شریف میں ایمان داروں کو اسلام میں پوری طرح داخل ہونیکا حکم ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان والے ہو کر بھی آدمی اچھی باتوں کا ترک کرنیوالا ہوتا ہے اور اپنے اسلام میں خامی رکھتا ہے۔ دوسرے یہ کہا گیا کہ شیطان کی اتباع نہ کرو۔ اس کے متصل لانے سے یہ ترشح ہوتا ہے کہ جس حد تک جس شخص کے ایمان میں کمی ہوگی اسیقدر وہ شیطان کا متبع ہوگا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مومن کی شان سے ہے کہ وہ زندگی کا ہر لمحہ اللہ کے حکموں کے سامنے سر تسلیم خم کئے ہوئے گزارے۔ تجارت کاشتکاری اور ملازمت کوئی چیز بھی عبادت سے خالی نہ ہو۔ کھانا پینا سونا جاگنا وغیرہ اس کا شریعت کے مطابق ہو کہ یہی اسلام اور عبادت ہے۔ وہ ایسی باتوں میں جہاں تک اسلام کی مطابقت نہ کریگا شیطان کا پیرو ہوگا گویا رحمن اور شیطان کے حدود میں ڈانڈے ملے ہوئے ہیں جو شخص رحمٰن کے دائرے سے ذرا بھی باہر ہوا وہ شیطان کے دائرے میں پہنچا جیسے طرح بکری اپنے باڑے

سے باہر ہو کر بھیڑیے کے منہ میں پہنچ جاتی ہے اسیطرح یہ بھی پہنچ گیا اور شیطان کی دشمنی کا شکار

غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ پوری طرح اسلام میں نہ داخل ہونا بھی ایمان میں کمی ہونیکی وجہ ہوتا ہے اسلئے عقائد کا مسئلہ ہے کہ ایمان گھٹتا اور بڑھتا ہے۔ کوئی وجہ نہیں کہ ایک شخص ایماندار ہو اور پھر اسلام میں پوری طرح داخل نہ ہو یعنی اسکی تعلیمات پر پوری طرح عمل کرنیوالا ہو اور اگر نہیں ہے تو یہ یقیناً پورا ایمان ہو۔ اسلام میں پوری طرح پر داخل ہونے کیلئے بھی اس سے بہتر نسخہ اور کوئی نہیں کہ انسان قرآن کی تلاوت کرتا رہے اور ہر وقت اسکے سامنے قرآن کی تعلیمات ہوں۔ بشارت و انذار سے اسکا قلب

رکوع		سورۃ
رکوع ۶ ۳۴	يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ۭ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ	سورۃ البقرۃ
	اے ایمان والو خرچ کرو ان چیزوں سے جو ہم نے تم کو دی ہیں قبل اس کے کہ وہ دن آجاوے جس میں نہ تو خرید فروخت ہوگی اور نہ دوستی ہوگی اور نہ کوئی سفارش ہوگی۔ اور کافر ہی لوگ ظلم کرتے ہیں	

آیت شریف میں حیات بعد الممات کا ذکر ہے اور اس بات کا یقین دلایا گیا ہے کہ قیامت کے دن فقط جزا ہے اسلئے آج نیکیاں خرید لو یعنی اللہ کا دیا اللہ کی یاد میں اللہ کے بتلائے ہوئے طریقے پر خرچ کر ڈالو کہ یہی راس المال بھی ہے اور نفع بھی اور اسکے بعد نیکیاں کمانے کا موقع نہیں۔

انفاق فی سبیل اللہ بھی اسی سے ممکن ہے اور کل کی امید پر آج جیب وہی خالی کریگا جسکو اللہ کے وعدے جنت اور جنت کی نعمتوں پر ایمان ہوگا۔ بلکہ ایمان کا تقاضہ تو یہ ہے کہ جو چیز اس کے جیب میں ہے اسکو اپنی نہیں سمجھ سکتا بلکہ جو چیز خرچ کر ڈالیگا اسکو خدا کے پاس موجود پالینے پر زیادہ ایمان و یقین کریگا جس مال کی طرح طرح سے وہ یہاں حفاظت کرتا ہے اس سے بڑھ کر حفاظت سے رکھا ہوا خدا کے پاس کے مال کو سمجھیگا۔ دراصل خدا کی راہ میں خرچ کرنیکو وہ جمع کرنا تصور کرے گا لہٰذا جس شخص میں یہ وصف موجود ہے اسکو ایمان والا کہا جا سکتا ہے۔

رکوع		سورۃ
رکوع ۶ ۱۸	وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ	سورۃ النساء

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ط وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ط وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ہ
اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے ہم ان کو عنقریب ایسے باغوں میں داخل کریں گے
کہ ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ خدائے تعالیٰ نے اسکا
وعدہ فرمایا ہے اور سچا وعدہ فرمایا اور خدائے تعالیٰ سے زیادہ کس کا کہنا صحیح ہوگا

آیت شریف میں ایمان و عملِ صالح والوں کیلئے جنت کا وعدہ مذکور ہے۔ ایمان کی تعریف یقینِ اعتبار اور سچ جانے گئے ہیں اور عملِ صالح اس پر عمل کرنا ہے ایمان انہیں چیزوں پر لانا ہے جو بطور عقیدے کے قرآن مجید میں جا بجا بیان کیگئی ہیں اور عملِ صالح کو یوں سمجھنا چاہیئے کہ ایمان کے بعد اوامر کو بجا لانا اور نواہی سے پرہیز کرنا ہے۔ گویا انہیں دونوں لفظوں میں قرآن مجید ختم ہے اسکے بعد اور کچھ باقی نہیں رہجاتا اسلئے جنت ایمان اور عملِ صالح کے لئے وعدے کی صورت میں قرار دیگئی۔

رکوع	وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ	سورہ
۱۸	فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا	النسا
	اور جو شخص کوئی نیک کام کریگا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو سو ایسے	
	لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور اُن پر ذرا بھی ظلم نہ ہوگا۔	

مرد ہو یا عورت جس کو قرآنی ایمان اور قرآنی عملِ صالح سے آراستہ ہونیکی توفیق ملی اُسکا مُقام جنت ہے اور اس کی کوئی نیکی ضائع نہ جائیگی۔

قرآن مجید کی تلاوت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ قرآن مجید میں نوعِ انسان کے ہر فرد کو مخاطب کیا گیا ہے اور بلا استثنا ہر شخص کو ایمان و عملِ صالح کی دعوت دیگئی ہے اور ایمان نہ ہونے یا عملِ صالح سے کافر، مشرک، منافق، یہود، نصاریٰ، مجوسی وغیرہ ہر ایک کو روکا گیا ہے مگر سنبھلے رہنے بچتے رہنے، اچھے کام کرتے رہنے وغیرہ کی مشفقانہ اور رحیمانہ انداز میں تاکید کیگئی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ ہے وہ اسی مبارک اور سعید فرقے کے لئے ہے۔ اللّٰھم ارزقنا۔

رکوع	إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ	سورہ ۸
۱	آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝ الَّذِينَ يُقِيمُونَ	انفال

الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ۝ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَّهُمْ دَرَجَاتٌ عِندَ رَبِّهِمْ

بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو اُن کے قلوب لرز جاتے ہیں اور
جب اللہ تعالیٰ کی آیتیں انکو پڑھکر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں انکے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں اور
وہ لوگ اپنے رب کا بھروسہ کرتے ہیں۔ جو کہ نماز کی پابندی کرتے ہیں اور ہم نے انکو جو کچھ دیا ہے وہ
اس میں سے خرچ کرتے ہیں حقیقت میں ایمان والے لوگ ہیں ان کیلیے بڑے درجے ہیں انکو رب کے پاس اور مغفرت ہے اور

آیت شریف میں مومن کے صفات بیان ہوئے ہیں۔ اول یہ کہ اللہ تعالیٰ کا اُن کے سامنے ذکر آتا ہے تو اُس کی عظمت و جلال کے تصور سے قلب میں ایک قسم کی خاص کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جو ایمان کی نشانی ہے دوسرے یہ کہ اُن کے سامنے جب قرآن مجید کی کوئی آیت پڑھی جاتی ہے تو اُن کے ایمان میں زیادتی ہو جاتی ہے اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ قرآن مجید ایمان میں زیادتی کرتا ہے اور آج مسلمانوں کا اسلام کی صداقت پر ایمان ہی باقی نہیں رہا ہے اس لئے اس سے بڑھ کر اور دوسری کوئی ترکیب نہیں کہ ان کو قرآن مجید پڑھا دیا جائے یعنی ان کو قرآن مجید سے وابستہ کر دیا جائے صرف قرآن مجید پر ایمان دلا دیا جائے اور یقین پیدا کرا دیا جائے پھر انشاء اللہ وہ خود سب کچھ کرنے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ خصوصاً مسلمان بچوں اور بچیوں کے لئے قرآن مجید کی تعلیم معنی و مطلب کے ساتھ عام اور لازمی قرار دی جائے کہ ان کو ابھی دنیا میں بہت دن گزارنے ہیں اور اسلام کی حفاظت کی ذمہ داری انہیں کے سر آنیوالی ہے۔

آج تو حال یہ ہے کہ قرآن مجید سے ایک قسم کی وحشت ہے اور اس کی تلاوت میں کوئی مزا، اور قراءت سننے میں کوئی لطف نہیں آتا۔ حالانکہ یہ چیز اتنی لطیف مزیدار ہے کہ اس کی مزیداری کے سامنے سارے مزے تلخ ہیں مگر ایک مسلمان جس قدر داغ و حافظ، عمر خیام و غالب، کے کلام پر کیفیت کرتا ہے خدا کے کلام پر نہیں۔ اس کا سبب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ شومئ قسمت نے ان کو آبحیات سے دوچار نہیں کیا اور بہشتی مزے سے اس کی زبان آشنا نہیں ہوئی تو پھر یہ ظاہر ہے کہ مرض کے اصلی علاج کی طرف توجہ کی جائے کہ جب تک یہ نہیں ہوتا کچھ بھی نہیں ہوتا۔ تیسرے ایمان والے اللہ پر بھروسہ کرنے والے ہوتے ہیں۔ یعنی اُن کی اُمیدیں اور اُن کی آس کا مرکز خدا کی ذات ہوتی ہے اور وہ خدا کی ذات پر یقین رکھتے ہیں اور اسکو کافی سمجھتے ہیں۔ وہ ہر طرف سے بے نیاز ہو جاتے ہیں۔ کوئی چیز ان کو جادۂ حق سے متزلزل نہیں کرتی۔

ایمان اور اللہ پر بھروسہ ہر دو ایک عجیب و غریب چیز ہیں۔ وہ ایمان ہی کی ایک قسم ہے جو ادنیٰ کو اعلیٰ کر دیتی ہے گدا کو شہنشاہ بنا دیتی ہے جنرل کے سر فتح کا سہرا باندھتی ہے اگر ایک شخص ایک چیز پر ایمان رکھتا ہے تو پھر اس کا حصول اُس کو حد درجہ آسان ہوتا ہے اسی طرح اگر ایک فوج کو کمک پر بھروسہ ہے تو اُس کی بے جگری اور اُس کی ہمت کا مقابلہ اس کا غیر نہیں کر سکتا۔ یہ حالات ہیں جو ایک دوسرے کیساتھ معاملات اور واقعات کیصورت میں ہر روز ہر طرف دیکھے جاتے ہیں۔ پھر کوئی غور کرے کہ خدا پر ایمان اور خدا پر بھروسہ جس کا ہوگا وہ کیا کچھ نہ ہوگا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ کے زمانۂ خلافت میں اسلام کو جو کچھ ترقی ہوئی وہ خدا پر ایمان اور بھروسہ کا ہی نتیجہ تھی۔ حضرت خالدؓ و ابو عبیدہؓ اور عمرو بن العاصؓ کی بہادریوں اور فتوحات میں ایمان و توکل کا ہی ہاتھ کارفرما تھا۔ اور ایمان والوں کے امام اور توکل علی اللہ والوں کے پیشوا حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہٗ کے سارے مراتب میں ایمان و توکل ہی اصل شئے تھی۔

چوتھے عبادت جسمانی و روحانی نماز اور مالی عبادت خیرات و زکواۃ کا ذکر ہے جس کو بار بار مومن کی شان سے دہرایا جا رہا ہے۔ ان صفات سے موصوف پر مہر لگ گئی ہے کہ حقیقت میں سچے ایمان والے یہی ہیں اور اس کے بعد مذکور ہے کہ اس کے بدلے میں ان کے لئے ان کے رب کے پاس مغفرت ہے اور عزت کی روزی ہے۔ دوزخ سے اُن کو کوئی واسطہ نہیں اور جنت ان کا مقام ہے۔

سورۃ التین	رکوع (۱)	وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۙ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۙ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۙ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْۤ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۫ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ
		اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ
		قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی اور اس امن والے شہر کی کہ ہم نے انسان کو اچھے قوام میں پیدا کیا۔ پھر ہم اس کو نیستی کی حالت والوں میں بھی پست تر کر دیتے ہیں لیکن جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے تو ان کے لئے اس قدر ثواب ہے کہ کبھی منقطع نہ ہوگا

سورۃ شریف کی آیتیں جن حقائق کی وضاحت کرتی ہیں اُن میں سے پہلی چیز دو بزرگ درختوں کی قسم اور دو مقدس مقامات کی قسم ہے پھر جواب قسم یہ ہے کہ قدرت نے انسان کو ہر حیثیت سے بہتر بنایا ہے۔ لیکن جب یہ انسانیت کو پس پشت ڈال دیتا ہے

تو پھر حیوان مطلق سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔ کالانعام بل ہم اضل۔

انسانی عمومی بیان کے بعد اب استثناء کیا جاتا ہے اور ارشاد ہے کہ حالات تو یہی ہیں لیکن ایمان اور عمل صالح والوں کا یہ معاملہ نہیں بلکہ یہ وہ چیزیں ہیں کہ خدا کے یہاں ان کا اجر ہے اور اجر بھی ایسا جس کی انتہا نہیں)۔

مجموعی حیثیت سے اس سورۃ پر غور کیا جائے تو ایمان وعمل صالح کی حقیقت واضح اور اہمیت ثابت ہو جاتی ہے اور پھر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بس یہی چیز ہے جس کی اصل ہے، اور یہی چیز حقیقی مُدعا و مقصد ہے اگر یہ نہیں تو انسان تباہ و برباد ہوا۔ اس کا نہ ہونا ہونے سے اچھا تھا۔

کسی مقام پر اوپر بیان ہوا ہے کہ قرآن مجید سے ایمان ویقین پیدا ہوتا اور عمل صالح کی شاخ پھولتی پھلتی ہے۔ قرآن مجید ایمان ویقین کو مضبوط کرتا اور عمل صالح کے ذریعے متقی و پرہیزگار بنانے پر اصرار کرتا ہے تو انسان اگر انسان بننا چاہتا ہے، مسلمان مسلمان ہونا چاہتے ہیں تو اُن کے لئے ناگزیر ہے کہ قرآن مجید کو وظیفۂ حیات قرار دیں اور اگر ایسا نہیں کیا گیا تو سمجھ لینا چاہئے کہ ان کے پیدا ہونے کی غرض فوت ہوئی۔

سورۃ	وَالْعَصْرِ ۙ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا	ع	رکوع
البقرہ	الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۧ		

قسم ہے زمانہ کی کہ انسان بڑے خسارے میں ہے۔ مگر جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کئے اور ایکدوسرے کو حق کی فہمائش کرتے رہے اور ایک دوسرے کو پابندی کی فہمائش کرتے رہے

سورۂ شریف میں اول زمانے کی قسم کھائی گئی ہے جس سے مترشح ہے کہ زمانہ

کسی کا ساتھ نہیں دیتا اس لئے انسان کو چاہیئے کہ زندگی کو بیکار نہ جانے دے۔
اور وقت کو بڑی قیمتی چیز سمجھے اور ایک ایک لمحہ کو نیکیاں کمانے کا ذریعہ بنائے
پھر اسی مناسبت سے انسان کے خسران کا ذکر کیا گیا ہے کہ حالاتِ انسانی کا عام
طور پر یہی حال ہے کہ وہ زمانہ اور روز و شب کی طرح لب خاتمہ پر ہے۔ عمر
بڑھتی نہیں بلکہ کم ہوتی جاتی ہے مگر غفلت شعار انسان غفلت سے باز نہیں آتا
ہر روز وہ موت سے قریب ہوتا جاتا ہے اور سامانِ موت فراہم ہوتے جاتے
ہیں۔ قبر منہ کھولے ہوئے ہے۔ احکم الحاکمین خدا کے پاس حاضر کرنے کے لئے
موت کا فرشتہ دعوت لیکر آنا چاہتا ہے اور حساب کا وقت قریب آگیا ہے۔
اور یہ جانتا ہے کہ یہ سب ہونا ہے علم الیقین نہیں بلکہ حق الیقین کے درجہ تک
بات پہونچی ہوئی ہے مگر مرنا نہیں چاہتا مرنے کے نام سے گھبراتا ہے اور چاہتا ہے
کہ اس کو اور اس کی خیالی چیزوں کو بقائے دوام ملجائے۔

بہرحال انسان کے حق میں انسانوں کے پیدا کرنے والے خدا نے یہی فرمایا
کہ وہ عام طور پر خسارے میں ہے۔ لیکن ایک اور صرف ایک ہی صورت اس کے
خسارے سے بچنے کی ہے وہ یہ ہے کہ وہ ایمان لائے اور اچھے کام کرے برے
کام سے باز آئے اور ایمان اور اچھے برے کام کی تمیز قرآنی تعلیمات سے حاصل
کرے اور اس کے لئے قرآن کو وظیفۂ حیات قرار دے۔

آیت شریف سے ایک بڑا تبلیغی مرحلہ بھی طے ہوتا ہے وہ یہ کہ ایمان و عملِ
صالح کو صرف اپنی ذات تک محدود نہیں رکھ سکتا بلکہ اپنے ایمان اور عملِ صالح
کی اس وقت تک تکمیل بھی نہیں کر سکتا جب تک اس کی دوسری شق کو ساتھ ہی ساتھ

پورا نہ کرے۔

چونکہ ایمان اور عملِ صالح ہی حق ہیں اور اُس کے سوا سب فضول اور باطل اس لئے اس کو اپنے ابنائے جنس تک پہونچانا بھی اُس کو لازم ہے۔ سبحان اللہ قرآن اور قرآن کی تعلیمات بھی کیا چیز ہیں کہ نوع انسان کی ہمدردی اور فلاح و بہبود کو اپنے متبع سے پورا کرانا ضروری قرار دیتی ہیں۔ صرف یہی ایک سورہ اور فقط یہی ایک آیت شریف ہے کہ جس کی تبلیغ کا فرض مسلمانانِ عالم ادا کرنے کے لئے تیار ہو جائیں تو روئے زمین کا ہر ذرہ ایمان و عملِ صالح سے آشنا ہو جائے اور اسلام کی تبلیغ کا وہ فرض ادا ہو جائے جس کو عرصہ سے مسلمانانِ عالم فراموش کئے ہوئے ہیں۔

ہر حال عام انسانی خسارے سے صرف ایمان و عملِ صالح والے کو بچایا گیا ہے اور اس میں انہی چیزوں کی باہم ایک دوسرے کو تعلیم و تلقین کرتے رہنے کو کہا گیا ہے تاکہ خود بھی اُس کے ایمان اور عملِ صالح پر جلا اور صیقل ہوتی رہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ بغیر ایسا کئے خود اُس کا اپنے ایمان اور عملِ صالح کا دم بھرنا صحیح بھی نہیں اور نہ بغیر تواصوا بالحق اور تواصوا بالصبر کے ان ہر دو کی تکمیل ہی ہو سکتی۔

ایک بزرگ نے ایک لطیف مثال بیان فرمائی ہے کہ انسان کی زندگی کو برف کی تجارت سمجھنا چاہیے کہ اگر حفاظت کے ساتھ جلد سے جلد اُس کو فروخت کر ڈالا گیا اور اصل رقم اور نفع حاصل کر لیا گیا تو خیر ورنہ نفع درکنار راس المال بھی ہاتھ سے جاتا رہیگا۔ اور جس طرح برف پگھل کر رہ جاتی ہے اسی طرح زندگی بھی ختم ہوتی چلی جاتی ہے۔ پس عقلمند انسان وہ ہے جو اس کو ضائع نہ ہونے دے اور ایمان و عملِ صالح

اور تواصوا بالحق اور تواصوا بالصبر سے اپنی زندگی کو کامیاب زندگی بنائے۔

تواصوا بالصبر کا مطلب یہ ہے کہ حق کو قبول کرنے اور پھر حق پر جمے رہنے اور مستقل مزاج رہنے کی بھی آپس میں وصیت ہوتی رہے۔

اخیر میں ایک بات اور کہنے کی ہے کہ ایمان کی شناخت یہ ہے کہ انسان سے پھر خدا کی نافرمانی نہ ہوگی اور اگر دانستہ یا نادانستہ کوئی گناہ سرزد بھی ہوا تو پشیمانی اور پھر اصلاح حال کی فکر میں ہوگا۔ اور اگرچہ ایمان اخیر وقت کا قابل اعتبار بھی ہو اور بخشائش کے لئے کافی تاہم نیکیوں کا جمع کرنا اور بیش از بیش افضال خداوندی کا مستحق ہونا تو اس بات کا متقاضی ہے کہ ایک لمحہ بھی بغیر اس کے نہ گزرے اور عمر خضری بھی اگر اس کے لئے ہو تو کم ہے۔

ابو محمد مصلح